اجتہاد کا تاریخی پس منظر

اجتہاد استنباطی

(۱۳)

جناب مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

استدلال (۳) استدلال

استدلال کی اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

ماليس بنص ولا اجماع ولا قیاس [1] وہ (طریقۂ استنباط) جو نص اجماع اور قیاس سے نہ ہو۔

یہ استنباط کے کسی ایک طریقہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں کئی ایسے طریقے شامل ہیں جن کا تعلق نص اجماع اور قیاس (جلی وخفی) کے مذکورہ طریقوں میں کسی سے نہیں ہے فقہاء نے ان کو منضبط کرنے کے لئے چند اصطلاحیں مقرر کی ہیں مثلاً۔

(ا) استصحاب حال

(ب) تلازم بین الحکمین

(ج) تعارض اشباہ

استصحاب حال (ا) استصحاب کے معنی لغت میں مصاحبت تلاش کرنا اور اصطلاحی یہ ہیں

هو الحکم بثبوت امر او نفيه فی الزمان الحاضر او المستقبل بناء علی ثبوته او عدمه فی الزمان الماضی لعدم قیام الدلیل علی تغیره [1] موجودہ یا آئندہ زمانہ میں کسی حکم کا ثبوت یا اسکی نفی محض اس بنا پر کہ گذشتہ زمانہ میں وہ ثابت تھا یا ثابت نہ تھا جبکہ اسکی تبدیلی پر کوئی دلیل نہ قائم ہو۔

---

[1] ابن بدران عبدالقادر بن احمد۔ نزھۃ الخاطر شرح روضۃ الناظر الاصل الرابع الاستصحاب

دوسری تعریف یہ ہے۔

ماثبت فی الزمن الماضی فالاصل بقاءہ فی الزمن المستقبل ؎۱	گذشتہ زمانہ میں جو بات ثابت ہوا اسی کو اصل قرار دیکر وہی حکم دینا۔

یعنی پہلی حالت اس وقت تک قائم سمجھی جائے جب تک اس کے خلاف کا ثبوت نہ مل جائے اور حال و مستقبل پر محض اس لئے حکم لگایا جائے کہ ماضی میں یہی حکم موجود تھا اور اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ غیر سبیلین (حاجت ضروریہ کے دونوں مقام) سے جو چیز نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ پہلے بالاتفاق وضو قائم تھا اسی حالت پر اب بھی باقی سمجھا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ طریق استدلال صرف اسی حکم میں کام دے سکتا ہے جو پہلے سے دلیل کے ذریعہ ثابت ہوا اور اب اس کے زوال میں شک ہوگیا ہو۔ اسی بنا پر خوارزمی نے اس کو فتوی کا آخری مدار قرار دیا ہے۔

وھو آخر مدار للفتوی فان المفتی اذا سئل عن حادثۃ یطلب حکمھا فی الکتاب ثم فی السنۃ ثم فی الاجماع ثم فی القیاس فان لم یجد فیأخذ من استصحاب الحال۔ ؎۲	استصحاب حال فتوی کا آخری مدار ہے مفتی سے جب کوئی حکم دریافت کیا جائے تو کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سے بالترتیب تلاش کیا جائے اگر ان سے نہ حاصل ہو سکے تو استصحاب حال سے حاصل کیا جائے۔

استصحاب حال کی پانچ شکلیں

استصحاب حال کی تاریخ شکلیں ہیں

(۱) استصحاب اباحت۔ نفع دینے والی چیزوں میں اصل اباحت اور نقصان پہونچانے والی چیزوں میں اصل حرمت ہے یہ حکم اس وقت تک برقرار رہیگا جب تک کسی شے کے

؎۱ الشوکانی۔ ارشاد الفحول البحث الثالث فی الاستصحاب۔

؎۲ ایضاً۔ وابن بدران۔ المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل الاصل الرابع۔ استصحاب حال۔

بارے میں اس کے خلاف دلیل نہ ہو۔

(۲) استصحاب عموم۔ عام اپنی عمومیت پر اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس کو خاص کرنے والی دلیل نہ ہو۔

(۳) استصحاب عقل۔ جو وصف (علت) حکم کو ثابت کرنے والا ہو وہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس کے خلاف ثبوت نہ ہو۔ جیسے ملکیت عقد سے ثابت ہے یہ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اس کو زائل کرنے والی بات نہ پائی جائے۔ منکوحہ عورت کی حلت نکاح سے ثابت ہے یہ اس وقت تک برقرار رہے گی۔ جب تک اسکو ختم کرنے والی بات نہ پائی جائے۔ ان تینوں شکلوں میں فقہار کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴) استصحاب اجماع۔ ائمہ مجتہدین کسی حکم پر متفق ہوں جو ایک حالت کے ساتھ خاص ہو پھر حالت کی تبدیلی پر اس میں اختلاف ہو۔ مثلاً پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم سے نماز کی صحت پر فقہار کا اتفاق ہے۔ لیکن اگر نماز کے درمیان پانی ملنے کی صورت نکل آئے تو نماز صحیح ہو جائے گی یا وضو کرکے پھر سے نماز ادا کرنی ہوگی۔ استصحاب کا تقاضہ ہے کہ نماز نہ باطل ہو کیونکہ پانی دیکھنے سے پہلے اس کی صحت پر اجماع ہے اور یہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کوئی دلیل ایسی نہ ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ پانی کا دیکھنا اس کو باطل کرنے والا ہے۔ جمہور فقہار (امام شافعیؒ بھی) ایسی حالت میں استصحاب سے استدلال نہیں کرتے جب تک قیاس یا اور کوئی دلیل ایسی نہ ہو جو بعد کی حالت کو پہلے کی حالت کے ساتھ ملانے پر دلالت نہ کرے کیونکہ ایک حالت پر اجماع دوسری حالت کے اجماع کے لئے لازم نہیں ہے۔

(۵) استصحاب عدم اصلی۔ اس چیز کی نفی جس کی عقل نفی کرے اور شریعت اس کو ثابت نہ کرے۔ مثلاً کسی شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا تو اس کے ذمہ گواہوں سے

ثبوت ضروری ہے اگر ثابت نہ کر سکے تو مدعی علیہ اس سے بری قرار پائے گا۔ کیونکہ اصل قرض سے برا،ت ہے جب تک مدعی ثبوت نہ پیش کر دے

جمہور فقہا، (مالکی حنبلی شافعی) اس طریق سے استدلال کے قائل ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ حجت دافعہ ہے حجت موجبہ نہیں ہے یعنی اس کے ذریعہ موجودہ حقوق کا تحفظ ہو سکتا ہے جدید حقوق کا ثبوت نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص غائب اور مفقود الخبر جس کا کچھ پتہ نشان نہیں ہے، جمہور فقہا اس کو تمام شرعی معاملات کے تصفیہ میں اس وقت تک زندہ سمجھیں گے جب تک اس کی موت نہ ثابت ہو جائے چنانچہ اس کی جائداد ورثا، میں نہ تقسیم ہوگی اس کا کوئی مورث (جس کا یہ وارث ہے) مر جائے تو حصہ پانے سے محروم نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائداد تو اس کی تقسیم نہ ہوگی لیکن ترکہ میں اس کا حق بھی ثابت ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک ایسی حالت میں اس کو زندہ تصور کرنا موجودہ حقوق کے تحفظ (حجت دافعہ) کی حد تک صحیح ہے جدید حقوق کے اثبات (حجت موجبہ) کے لئے صحیح نہیں ہے۔ [1]

استصحاب حال سے نکالے ہوئے چند اصول

استصحاب حال سے فقہا، نے درج ذیل اصول کی طرف رہنمائی کی ہے

الاصل بقاء ما کان علی ما کان حتی یثبت ما یُغیّرہٗ	اصل پہلے والی حالت کا باقی رہنا ہے جب تک اس کی تبدیلی نہ ثابت ہو۔
الاصل فی الاشیاء الاباحۃ	اشیا، میں اصل اباحت ہے۔
الاصل فی الذمۃ البراءۃ من التکالیف والحقوق	ذمہ داری میں اصل تکلیف اور حقوق سے بری ہوتا ہے۔
الیقین لا یزول بالشک	یقین شک سے نہیں زائل ہوتا۔

مثلاً جس کو وضوء کا یقین ہے اور وضوء ٹوٹنے میں شک ہے تو وضوء کے باقی رہنے کا

---

[1] الغزالی - المستصفی ج ۱ - ابن بدران - المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل - د وہبہ زحیلی الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی - الاستصحاب -

حکم دیا جائے گا جس شخص نے سحری کھائی اور صبح صادق ہونے میں شک ہے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ جس نے افطار کرلیا اور غروب ہونے میں شک ہے تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔

تلازم بین الحکمین | (ب) تلازم بین الحکمین دو حکموں کے درمیان ایک دوسرے کے لئے لازم ہونے کا تعلق یعنی اس تعلق کی بنا پر کسی خاص علت کے بغیر ایک حکم دوسرے سے متعلق کرنا فقہاء کے نزدیک اس کی چار شکلیں ہیں۔

(۱) یہ تعلق دو مثبت جملوں میں ہو اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان مساوات کی نسبت ہو اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہوں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص طلاق دے سکتا ہے وہ ظہار بھی کر سکتا ہے۔

(۲) یہ تعلق دو منفی جملوں میں ہو جیسے تیمم نیت کے بغیر جائز نہیں ہے اس لئے وضوء بھی نیت کے بغیر جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم بعض صورتوں میں وضوء کے قائم مقام بنتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تیمم میں نیت فرض ہے جبکہ وضوء میں فرض نہیں ہے۔

(۳) پہلا مثبت اور دوسرا منفی جملے میں ہو مثلاً یہ طریق استدلال کہ جو بات جائز ہے وہ ممنوع یا حرام نہیں ہو سکتی۔

(۴) پہلا منفی اور دوسرا مثبت جملے میں ہو جیسے یہ طریقہ کہ جو بات جائز نہیں وہ ممنوع ہے[1] مالکی اور شافعی فقہاء نے اس سے زیادہ کام لیا ہے۔ احناف نے اس سے زیادہ کام نہیں لیا۔

تعارض اشباہ | (ج) تعارض اشباہ۔ ایک دوسرے کے خلاف اور مشابہ صورتیں پہلے سے موجود ہوں اور یہ نئی صورت ہر ایک کے ساتھ شامل کی جا سکتی ہو۔ تو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ اس کو کس کے ساتھ شامل کیا جائے اور کس کے ساتھ نہ کیا

---

[1] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول الفصل السابع فی الاستدلال۔

جائے۔ مثلاً ہاتھ کہنیوں تک دھونے کا مسئلہ ہے۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ بعض غایتیں (انتہا) مغیا، (جس کی غایت بیان کی جائے) میں داخل ہوتی ہیں جیسے قرأت الکتاب من اولہ الی آخرہ (اول سے آخر تک میں نے کتاب پڑھی) ظاہر ہے کہ آخری حصہ بھی پڑھنے میں داخل ہے۔ اور بعض غایتیں مغیا میں نہیں داخل ہوتی ہیں جیسے

ثم اتموا الصیام الی اللیل [1] روزہ رات تک پورا کرو

یہاں رات روزہ کی حد میں داخل نہیں ہے ان دونوں صورتوں کی موجودگی میں وایدیکم الی المرافق [2] (اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوؤ) میں شبہ ہوگیا کہ کہنیوں کو دھونے میں شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے اور شبہ سے چونکہ کوئی بات نہیں ثابت ہوتی اس بنا پر کہنیاں دھونے میں شامل نہ ہوں گی جیسا کہ بعض لوگوں نے امام زفر کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اس طریق استدلال کو نہیں تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک کہنیاں دھونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وضو نہ ہوگا۔

استدلال کے چند اور طریقے

استدلال کے تحت فقہاء نے استنباط کے اور کئی طریقے ذکر کئے ہیں جو زیادہ رائج نہیں ہیں۔ مثلاً (۱) کسی علت کے نہ ملنے سے عدم حکم پر استدلال۔

یعنی انتہائی تلاش کے باوجود علت (دلیل) نہ ملنا اس کے نہ ہونے کا رجحان پیدا کرتا اور یہ رجحان عدم حکم کا رجحان پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عدم دلیل (دلیل نہ ہونا) عدم حکم (حکم نہ ہونا) کیلئے لازم ہے ایسی صورت میں حکم دینا غلبۂ ظن کی خلاف ورزی ہے جبکہ یقین نہ ہونے کی صورت میں غلبہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ جمہور فقہاء

---

[1] البقرہ ع ۲۳۔ [2] المائدہ ع ۲۔

کے نزدیک یہ استدلال حجت نہیں ہے بعض فقہار اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) غیر مستقل علت سے استدلال۔

یعنی علت اگرچہ مستقل نہ ہو لیکن کسی وصف فارق (فرق کرنے والا) کے ملنے سے مستقل ہو جائے جیسے شوافع مخصوص مقام پر ہاتھ لگنے کو ناقص (توڑنے والا) وضور بتاتے اور اس کو ایسی حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ جبکہ انسان ضرورت سے فراغت کر رہا ہو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں کافی فرق ہے جس کی بنار پر احناف اس استدلال کو نہیں تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک وضور نہیں ٹوٹتا۔

(۳) بطریق استقرار حکم ثابت کرنا۔

یعنی تتبع اور تلاش کے بعد کسی ماہیت میں کلی حکم ثابت کرنا اس بنار پر کہ وہ حکم تمام جزئیات میں ثابت ہے یا بعض جزئیات میں ثابت ہے۔ اول کو استقرار تام اور ثانی کو استقرار ناقص کہتے ہیں۔ مثلاً شوافع کے نزدیک وتر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ سواری پر ادا ہو سکتی ہے اور تتبع و تلاش کے بعد یہ بات ثابت ہے کہ جو نماز سواری پر ادا ہو جائے وہ واجب نہ ہوگی۔ شوافع کے علاوہ بعض احناف نے بھی اس استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ دوسرے ثبوت کی بنار پر وتر ان کے نزدیک واجب ہے۔

استدلال کے تحت اور بھی طریقے ہیں۔ جن کو طوالت کے خیال سے نہیں ذکر کیا جاتا ہے۔[۱]

استنباطی طریقوں میں ترجیح کے اسباب: اجتہاد استنباطی کی مذکورہ تشریح کے بعد ضروری

---

[۱] الغزالی۔ منہاج الاصول الکتاب الخامس۔ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بحث قیاس ص ۲۰۲

معلوم ہوتا ہے کہ استنباطی طریقوں میں ٹکراؤ کے وقت ترجیح کے اسباب ذکر کر دیئے جائیں۔

استنباط کے مذکورہ طریقوں میں کسی ایک طریقہ (قیاس۔ استحسان اور استدلال) سے کوئی حکم ثابت ہو جاتا ہے تو اس میں دشواری نہیں پیش آتی۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ استنباط کے ایک طریقہ سے کوئی حکم ثابت ہوتا اور دوسرے طریقہ سے اس کے خلاف حکم ثابت ہوتا ہے تو اس میں ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طریقہ پر عمل کر کے کیا حکم ثابت کیا جائے۔ ایسی صورت کے لئے فقہاء نے تعادل و ترجیح کی دو اصطلاحیں مقرر کی ہیں۔

(۱) تعادل۔ استنباط کے دونوں طریقے برابر درجہ کے ہوں اور ان میں ایک کو دوسرے پر کسی حیثیت سے ترجیح نہ حاصل ہو سکے۔

(۲) ترجیح۔ استنباط کے دونوں طریقوں میں ایک کی دوسرے پر ترجیح ثابت ہو جائے۔

ٹکراؤ کی صورت میں ترجیح کے اسباب یہ ہیں۔

قوت اثر | (۱) قوت اثر۔ استنباط کے دونوں طریقوں میں غور کیا جائیگا کہ اثر کے لحاظ سے کس کی دلیل قوی ہے جس کی قوی ہوگی اس کو ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً قیاس اور استحسان میں ٹکراؤ ہو تو جس کی دلیل قوی ہوگی اس کو ترجیح دی جائے گی۔

قوت ثبات | (۲) قوت ثبات۔ جو وصف علت (دلیل) بن رہا ہے۔ حکم پر اس کے ثبوت اور لزوم کی قوت کو دیکھا جائے گا۔ مثلاً رمضان کے روزہ کی نیت میں رمضان کے معین کرنے کا مسئلہ ہے۔ اللہ کی جانب سے چونکہ اس کا محل

متعین ہے اس بناء پر نیت میں تعین کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وصف زیادہ ثابت ہے بہ نسبت فرضیت کے کیونکہ جن جن صورتوں میں بھی تعین پایا جاتا ہے۔ مثلاً امانت۔ غصب (چھینا ہوا مال) بیچی ہوئی چیز وغیرہ ان سب میں نیت کے بغیر ذمہ داری سے سبکدوشی ہو جاتی ہے۔ شوافع کے نزدیک نیت میں رمضان کا تعین ضروری ہے۔ کیونکہ روزہ فرض ہے اور وصف فرضیت کی وجہ سے وہ قضاء پر قیاس کرتے ہیں جس طرح قضاء میں تعین ضروری ہے اسی طرح ادا میں بھی ضروری ہے۔

کثرۃ اصول (۳) کثرۃ اصول۔ ایک قیاس کا ایک مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا گیا ہو) ہو اور دوسرے کے دو ہوں یا کئی ہوں تو دوسرے کو ترجیح دی جائے گی مثلاً سر کے مسح میں تثلیث (تین مرتبہ مسح) مسنون نہیں ہے کیونکہ اس کو جس پر قیاس کیا گیا ہے وہ موزہ پر مسح۔ جبیرہ (وہ پلاسٹر جو ہڈی درست کرنے کے لئے باندھا جاتا ہے) پر مسح اور تیمم ہیں ان میں کسی میں بھی تین مرتبہ نہیں ہے۔ شوافع تین مرتبہ مسح کے قائل ہیں اور اس کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں جس طرح دھونے میں تین مرتبہ ہے۔ مسح میں بھی ہے۔

عدم عدم کے وقت (۴) عدم عدم کے وقت۔ دو قیاس ایسے ہوں کہ ایک میں علت پائی جائے تو حکم پایا جائے اور علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے۔ اس قیاس کو اس قیاس پر ترجیح ہو گی جس میں صرف وجود کا لحاظ ہو کہ علت پائی جائے تو حکم پایا جائے عدم کا لحاظ نہ ہو کہ علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے۔ مثلاً مذکورہ صورت کہ مسح میں تکرار مسنون نہیں ہے۔ کیونکہ جس جگہ مسح نہیں ہوتا دھرہ

وغیرہ) وہاں تکرار مسنون ہے۔ شوافع کے نزدیک تکرار مسنون ہے کیونکہ یہ رکن ہے۔ لیکن اس کو اس طرح نہیں کہہ سکتے ہیں کہ جو رکن نہ ہو۔ اس کا تکرار مسنون نہیں ہے۔ کیونکہ کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا اگرچہ رکن نہیں ہیں۔ لیکن ان میں تکرار مسنون ہے۔

ترجیح بالذات | (۵) ترجیح بالذات۔ ترجیح کی دو قسموں میں جب ٹکراؤ ہو تو بالذات کو بالوصف پر ترجیح حاصل ہو گی اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے بکری چھین لی اور اس کو ذبح کر کے پکا لیا تو مالک کا حق بکری سے ختم ہو جائے گا۔ اور چھیننے والے کو تاوان دینا پڑے گا۔ اگر اصل بکری کو دیکھا جائے تو وہ مالک کی ہے۔ مناسب ہے کہ مالک اس کو لے لے اور نقصان غاصب (چھیننے والے) سے وصول کرے اور اگر اس پر نظر کی جائے کہ پکانا اور بھوننا وغیرہ غاصب کے فعل ہیں تو اس کا تقاضہ ہے کہ بکری غاصب کے پاس رہے اور وہ اس کی قیمت ادا کر دے۔ دوسری جانب کو اس بنا پر ترجیح ہو گی کہ پکانے کا فعل بکری کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ پکی ہوئی موجود ہے اس طرح غاصب (چھیننے والے) کا فعل بمنزلہ ذات ہو گیا بخلاف مالک کے حق کے کہ اب وہ بکری کے ساتھ صرف اس وجہ سے قائم ہے کہ وہ پہلے مالک تھا۔ لیکن چونکہ بکری کا نام بدل گیا منافع بدل گئے اس بنا پر گویا اس کی حقیقت بدل گئی اور بکری کی ذات بمنزلہ وصف بن گئی۔ شوافع اس ترجیح کو نہیں تسلیم کرتے اور مالک کا حق بکری کی ذات کے ساتھ ہر صورت میں قائم مانتے ہیں۔

ترجیح غلبۂ اشباہ | (۶) ترجیح غلبۂ اشباہ۔ ایک کے ساتھ مشابہت کی کئی وجہیں ہیں اور دوسرے کے ساتھ مشابہت کی ایک وجہ ہے تو کئی وجہ

والی مشابہت کو ترجیح ہوگی۔ مثلاً بھائی کو باپ اور بیٹے دونوں کے ساتھ اس بات میں مشابہت ہے کہ جس طرح وہ دونوں محرم ہیں یہ بھی ہے۔ لیکن چچا کے بیٹے (چچیرے بھائی) کے ساتھ کئی حکم میں مشابہت ہے چنانچہ۔

(۱) زکوٰۃ جس طرح چچیرے بھائی کو دینا جائز ہے سگے بھائی کو بھی دینا جائز ہے

(۲) کسی شخص کی بہو (بیٹے کی بیوی) کا نکاح جدائی کے بعد جس طرح چچیرے بھائی سے جائز ہے۔ سگے بھائی سے بھی جائز ہے۔

(۳) شہادت جس طرح چچیرے بھائی کی مقبول ہے اسی طرح سگے بھائی کی مقبول ہے۔

ان وجوہات کی بنار پر شوافع کے نزدیک سگے بھائی کو چچیرے بھائی کے ساتھ شامل کرنا زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ جب ایک بھائی اپنے بھائی کا (غلامی کی صورت میں) مالک بنا تو اس کو آزاد نہ ہونا چاہیئے جس طرح چچیرا بھائی اگر مالک ہوا تو آزاد نہ ہوگا۔ اس صورت میں اگر باپ اور بیٹے کے ساتھ مشابہت کو ترجیح ہوتی تو بھائی کی آزادی کا حکم دیا جاتا کیونکہ یہ دونوں جب مالک ہوتے ہیں تو آزادی کا حکم دیا جاتا ہے۔ احناف اس وجہ ترجیح کو نہیں تسلیم کرتے وہ اس کو ترجیحات فاسدہ میں شمار کرتے ہیں۔

ترجیح بالعموم | (۷) ترجیح بالعموم۔ جب کئی وصف علت بن سکتے ہوں تو اس وصف کے علت بنانے کو ترجیح دی جائے گی جنمیں عمومیت زیادہ پائی جاتی ہو۔ مثلاً سود کی علت شوافع کے نزدیک طعم (کھانے کی چیز ہونا) ہے ان کے نزدیک طعم زیادہ عام ہے کیونکہ یہ تھوڑی بہت جتنی چیز ہو سب کو شامل ہے بخلاف قدر وجنس کے (یہ احناف کے نزدیک سود کی علت ہے) کہ وہ اسی مقدار کو شامل ہوگا جو کیل (ناپ) کی مقدار ہو اس سے کم کو شامل نہ ہوگا۔

ترجیح بعلة الاوصاف (۸) ترجیح بعلۃ الاوصاف۔ کئی وصف علت بن سکنے کی صورت میں اس وصف کو علت بنائیں گے جو آسانی کے ساتھ منضبط ہو سکے مثلاً سود کی علت میں طعم یا ثمنیت (قیمت والی ہونا) کو اس بنا پر ترجیح حاصل ہوگی وہ قدر اور جنس کے مقابلہ میں کم اوصاف والے ہیں اور ان کا انضباط آسان ہے احناف ان دونوں وجہ ترجیح کو نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ ترجیحات فاسدہ میں ان کا شمار کرتے ہیں۔

ان اصول وضوابط کا تعلق اجتہاد استنباطی یا استنباط کے مذکور طریقوں سے ہے۔

مسلک کو مضبوط کرنے کے چند طریقے قرآن وحدیث یا اجتماعی فیصلوں سے نہیں ہے اجتہاد استنباطی میں اپنے اپنے مسلک وموقف کو مضبوط کرنے کے لئے فقہاء درج ذیل طریقے اختیار کرتے ہیں۔

(۱) علت کو ثابت کرنے کے لئے دوسری علت پیش کرتے اور اس کے ذریعہ تائید وتقویت حاصل کرتے ہیں۔ (۲) کسی علت سے جو دوسرا حکم ثابت ہے اس کو نظیر میں پیش کرکے اس حکم کے ثبوت کو تقویت پہونچاتے اور علت کو برمحل قرار دیتے ہیں۔

(۳) دوسری علت اور دوسرے حکم کو نظیر میں پیش کرکے علت اور حکم دونوں کی تائید حاصل کرتے ہیں۔ (۴) حکم کو ثابت کرنے کے لئے ایک علت چھوڑ کر دوسری علت پیش کرتے ہیں اس صورت میں پہلی علت کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ حکم کا ثبوت مقصود ہوتا ہے۔ بعض فقہاء اس چوتھی صورت کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ [۱]　　　باقی آئندہ

(بقیہ صفحہ ۳۶۱ کا)

کہنا چاہیئے رسول اکرمؐ اور آپ کے اصحاب کے لئے اپنی قوم کی ایذا رسانی سے نجات کی صورت بھی پیدا ہو گئی اور آپ کو اپنے حامیوں اور مددگاروں کا ایسا گروہ مل گیا جن کے پاس مظلوموں اور ستم رسیدوں کے لئے پناہ گاہ بھی مہیا ہو گئی۔ چنانچہ اوس وخزرج کے اسلام لانے کے بعد ہی آپ نے اپنے اصحاب کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دیدیا رسول اکرمؐ بنفس نفیس اور آپ کے اصحاب مدینہ میں قدم رکھتے ہیں تو اسلام کا سایۂ رحمت مدینہ کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔

---

[۱] شیخ احمد ملاجیون نور الانوار بحث الاجتہاد وکتاب التحقیق شرح حسامی۔

حسانؓ جماعتِ اسلام میں | یہی موقع ہے کہ اوس وخزرج کے لوگ اسلام کی طرف جوق در جوق بڑھنے لگے ان میں بڑے بڑے جنگجو بھی تھے اور تیغ آزما بھی، دانش وحکمت کے پیکر بھی تھے اور صاحب جود وسخا بھی، تدبیر ورائے کے مالک بھی تھے اور زبان آور وذکیا بھی، حسان بن ثابتؓ کا ستارہ قسمت بھی چمکا آگے بڑھ کر اسلام کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اور دنیا وآخرت کی دولتِ بے بہا اپنے دامن میں سمیٹ لی۔

اس موقع پر ہر سوچنے والے انسان کے سامنے یہ سوال ابھر کر آتا ہے کہ بہ نسبت قریش مکہ کے اسلام کی قبولیت میں انصار نے اتنے جوش وخروش کا مظاہرہ کیوں کیا؟ حالانکہ نہ تو رسول اکرمؐ سے ان کا قریبی رشتہ تھا اور نہ خاندانی عصبیت ہی کا جذبہ۔ وہ تو ایک لحاظ سے داعیٔ اسلام کے حق میں اجنبی اور بیگانہ تھے۔ پھر انھوں نے ایسے وقت میں یہ اقدام کیا جبکہ رسول اکرمؐ کی قوم آمادۂ عداوت تھی۔ ان کے سامنے باوجودیکہ چند در چند خطرات تھے مگر انھوں نے اس کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ اور اسلام قبول کر لیا۔

بات یہ ہے کہ مکہ میں اسلام کی ترقی واشاعت میں صرف صنادید قریش رکاوٹیں پیدا کرتے تھے اور اسلام کی ترقی سے ان کے عز وجاہ اور مذہبی بالادستی کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ لیکن مدینہ میں اوس وخزرج کے درمیان لڑائیوں کا جو طویل سلسلہ جنگ سمیر سے قائم ہوا اور اس کی انتہا جنگ بعاث پر ہوئی اور اس جنگ میں انکے بڑے بڑے سردار کام آگئے تھے۔ اس لئے مکہ کی طرح مدینہ میں اسلام کو ان لوگوں کی روک ٹوک کا خطرہ نہیں پیش آسکتا تھا۔ چنانچہ یہی نکتہ ہے جس کو حضرتِ عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

کان یوم بعاث قد مہ اللّٰہ عز وجل لرسولہ فقدم رسول اللّٰہ صلعم وقد افترق ملؤھم وقتلت سرواتھم وجرحوا قدمہ اللّٰہ فی دخولھم فی الاسلام۔ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۳۴	جنگ بعاث کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی کامیابی کا پیش خیمہ بنایا تھا چنانچہ جب آپ آئے تو انصار کے رؤسا کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ انکے سردار مقتول ہو چکے تھے اور انصار زخم خوردہ تھے۔ اسلئے خدا نے اس کو انکے قبول اسلام کے لئے پہلے ہی سے پیش خیمہ بنا دیا تھا۔ (باقی آئندہ)